''تارکینِ وطن ادیب اور کتابوں کی اشاعت؟''

اب سے کچھ ہفتوں قبل ہم نے تارکینِ وطن پاکستانیوں کے لیئے اردو یا دیگر زبانوں کی کتابوں کی ترسیل کے مسئلہ کا ذکر کیا تھا۔لیکن آج جو بات ہم کریں گے اس سے ممکن ہے کئی خوگرِحمد عزیز خفا ہو جایئں۔ کیونکہ یہ سچ بات کئی لوگوں کے لیئے باعثِ رسوائی ہو سکتی ہے۔اور یہ بات ان تارکینِ وطن ادیبوں کے مسئلہ کی ہے جو اردو یا دیگر زبانوں میں لکھتے ہیں، اور جن میں سے کئی قابل ادیبوں کی تحریریں بن کھلے غنچوں کی طرح مرجھا کے رہ جاتی ہیں۔

سالہا سال سے بہت سے لکھنے والے اپنے وطن ترک کر کے ایسی بستیوں میں جا بسے ہیں جہاں ان کی زبان نہیں بولی جاتی۔ اگر انہیں نئی جگہ کی زبان کی شدھ بدھ اور مہارت ہو تو وہ اپنے نئے وطن کی نئی زبان میں لکھنا شروع کر دیتے ہیں، اور ہر جگہ کے اشاعتی نظام کے تحت اگر ان کی تحریر قابلِ اشاعت ہو تو شایع بھی ہو جاتے ہیں، اور اگر بہت ہی عمدہ تحریر لکھنے والے ہوں تو انعام و اکرام بھی حاصل کرتے ہیں۔بعض نئی بستیوں میں ان کی مدد کے لیئے محدود سرکاری مدد کا بھی انتظام ہو جاتا ہے۔کینیڈا میں تو حکومتی ادارہ ''کینیڈا کونسل'' غیر زبانوں میں بھی اشاعت کے لیئے مدد کر دیتا ہے بشرطیکہ تحریر دلچسپ ہو اور اس کے لیئے منتخب لوگوں کی سفارش بھی موجود ہو۔ہم اپنی تحریر کی آسانی کے لیئے ان تارکینِ وطن ادیبوں کی بات کریں گے جو اردو میں لکھتے ہیں۔اس تحریر کو دیگر زبانوں پر بھی منطبق کیا جا سکتا ہے۔

ہم نے ۱۹۷۷ سے، جب سے ہم پاکستان سے منتقل ہوئے تھے، یہ محسوس کیا کہ اردو لکھنے والے تارکینِ وطن کی پاکستان یا ہندوستان میں اشاعت کا کوئی مناسب انتظام نہیں تھا۔کتابوں کی اشاعت اتنا آسان کام ہے بھی نہیں۔پہلی شرط تو یہ ہے کہ تحریر قابلِ اشاعت ہو، اور پھر اس تحریر کا کسی مدیر اور پبلشر کی نظر میں آنا ضروری ہے۔مدیر اور پبلشر کی نظر میں آنے کا اولین طریقہ تو یہی تھا کہ آپ اپنی تحریر مدیر یا ناشر کو بھیجیں، اور وہ اپنی صوابدید اور اپنی فرصت کے وقت میں اس پر نظر ڈالیں اور اگر قابلِ اشاعت جانیں تو آگے چلیں۔دوسرا طریقہ یہ تھا اور ہے کہ کوئی معتبر ادیب آپ کی تحریر کی سفارش مدیر اور پبلشر سے کرے اور وہ اپنا استحقاق استعمال کریں۔تارکینِ وطن کو یہ سب وسائل اور یہ طریقے میسر نہیں ہوتے، سو ان کا کام اور بھی دشوار ہو جاتا ہے۔

ایک اور مشکل صورتِ حال خود پاکستان جیسے ممالک کے ادبی حالات کی ہے۔جس ملک میں جونؔ ایلیا جیسے شاعر کا پہلا مجموعہ غیر ملک میں بسے کسی چاہنے والی کی مدد سے شایع ہو وہاں، کسی اور، مقامی شاعر اور ادیب کو بھی کم ہی پوچھا جاتا ہوگا۔اس کی دوسری مثال پاکستان کے ایک اور بہت اہم شاعر رساؔ چغتائی کی بھی ہے، جن کے پہلے مجموعہ ''ریختہ'' کے منظرِ عام پر آنے کے بعد ان کا دوسرا اہم مجموعہ ''چشمہ ٹھنڈا پانی کا'' شایع کرنے کے لیئے ان کے چاہنے والے اس کارِ خیر میں شامل ہوئے۔اگر پاکستانی پبلشر صرف کاروباری منافعت ہی کو نظر میں رکھتے ہیں تو بھی، جون ایلیا اور رسا چغتائی وہ شاعر ہیں کہ جن کی کتابوں کی طلب کوئی کم تو نہیں ہے۔''شاید'' کے کئی ایڈیشن چھپنے اور بکنے کے باوجود جون صاحب کے دیگر مجموعے زیادہ تر پسِ مرگ ہی شایع ہوئے۔

جہاں تک تارکینِ وطن کی عام طور پر کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ ہے تو رفتہ رفتہ ایک نیا اشاعتی کاروبار وجود میں آیا، جس کے ذریعہ اشاعتی اداروں نے بیرونِ ملک بسے لکھنے والوں کی کتابیں ان ہی کے صرفہ پر شایع کرنا شروع کیں، بلکہ اب تو یہ کاروبار مقامی ادیبوں پر بھی مسلط ہونے کی خبر ہے جبھی تو جونؔ صاحب اور رسا صاحب جیسوں کی بعض کتابیں پبلشر نے اپنے خرچہ پر نہیں چھاپی تھیں۔ادیب کے خرچ پر کتاب چھاپنے کے باجود عام اشاعتی اداروں نے جو اشاعتی ادارے سے زیادہ پرنٹنگ پریس کا کام کرنے لگے تھے، ان کتابوں کی فروخت اور تشہیر کا کوئی کام نہیں کیا۔حد تو یہ ہے کہ اس کام میں غیر معیاری تو چھوڑیئے معیاری کتابوں اور ان کے مصنفین کے ساتھ بھی یہی کیا گیا۔ان سے کہا گیا کہ آپ کی کتاب چھپ گئی ہے، اب یا تو یہ کھیپ آپ خود اٹھوالیں یا ہم آپ کے خرچ پر جہاں کہیں وہاں بھجوادیں۔نتیجہ یہ نکلا کہ عام طور غیر معیاری کتابیں چھپ چھپ کر ردی کا ڈھیر بننے لگیں۔

ہم اکثر واقعات سے بذاتِ خود واقف ہیں۔ایک ممتاز ترجمہ نگار کے پہلے مجموعہ کو پاکستان میں اردو سے تعلق رکھنے والے ایک نہایت موقر ادارے نے شایع کیا، پھر اس کی کچھ تعداد تو اس ترجمہ نگار کو دے دی، باقی نسخے اس ادارے کے تہہ خانے میں ایسے گم ہوئے کہ اب ڈھونڈے سے نہیں ملتے۔ دوسرے مجموعہ کا کیا بنا وہ ذکر عبث ہے۔

عام طور پر کہا جا سکتا ہے کہ عموماً تارکینِ وطن کی غیر معیاری کتابیں وہ اصحاب یا ادارے شایع کرتے ہوں گے جو خود ادب کا ذوق نہیں رکھتے، یا صرف چھپائی کا کاروبار کرتے ہیں۔لیکن ہمیں حیرانی ہوئی ہے کہ حال ہی میں ایک معروف اشاعتی ادارے نے ایک غیر معیاری کتاب شایع کی جس کی تقریبِ رونمائی بھی کسی بڑے ہوٹل قسم کی جگہ پر کی گئی۔ایسا اب اکثر ہوتا ہے۔شکر کی بات یہ ہے کہ اس کتاب کی تعریف میں جید ادیبوں کی آرا کتاب میں شامل نہیں کی گئیں۔شاید یہی اس ادارے کی دیانت داری ہو۔

اب تو بعض معروف اداروں نے یہ بھی کرنا شروع کر دیا ہے کہ وہ آپ کو اپنا نام استعمال کرنے کی اجازت دے دیتے ہیں۔آپ چھاپہ خانہ بھی خود ہی ڈھونڈیں، کتاب خود ہی چھاپیں،

اور خود ہی اس کی تشہیر اور فروخت کا بندوبست بھی کرتے رہیں۔ اس کا ثبوت ہمیں حال ہی میں پاکستان سے آئی ہوئی ایک تازہ کتاب کے سلسلہ میں اندرونی احوال سے واقف ایک اور ادیب سے ملا۔

ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ اب بھی بطورِ استثنا، بعض دیانت دار اور ادب دوست پبلشر اچھے ادب کی اشاعت کو فرض سمجھ کر انجام دے رہے ہیں۔ ابھی حال ہی میں پاکستانی جریدے ''آج'' کے مدیر اجمل کمال نے ہمارے عزیز ''طاہر گورا'' کا ناول کسی منفعت کی خواہش کے بغیر شایع کیا ہے، جسے اکثر اچھے لکھنے والے پڑھ بھی رہے ہیں اور اس کی تحسین بھی کر رہے ہیں۔ کمال کی بات یہ ہے کہ اجمل کمال نے یہ کام ایک سنجیدہ ادارے کے طور پر خود کیا ہے اور اس کا معاوضہ بالکل نہیں لیا۔

ہم پاکستان کے معروف اور باذوق ناشروں سے یہ سوال کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ اگر آپ ان تارکین وطن کی کتابیں جو بہتر لکھنے والے ہیں، ان کے خرچ پر شایع بھی کرتے ہیں تو اس کتاب کے پھیلاؤ اور تشہیر کا کام کیوں نہیں کرتے۔؟ جب کہ آپ یہ کتابیں اگر فروخت بھی کرتے ہیں تو ادیب کو اس کا خرچہ تک واپس نہیں لوٹاتے۔

ہم یہاں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتے کہ پٹرو ڈالر کمانے والے غیر ادیبوں نے غیر دیانت دار ناشرین اور اشاعتی اداروں کے ساتھ مل کر ادب کے معیار کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ اس کا جواب سب کے پاس ہے۔

یہاں ہمارے سوال صرف یہ ہیں کہ، کیا بہتر پاکستانی ناشر کوئی ایسی صورت نہیں نکال سکتے جس میں بیروں ملک بہتر لکھنے والوں کی شناخت ہو سکے، پھر ان کی کتابیں اگر ان ہی کے خرچ پر شایع بھی کی جائیں تو ان کا تعارف پاکستان کے پڑھنے والوں سے مناسب طریقہ پر کیا جائے؟ اس سے پبلشر تو نقصان سے بچے گا لیکن کم از کم پاکستانی ادب کی قدر میں کچھ نہ کچھ اضافہ ہو سکے گا۔ کیا پاکستان کے حالات اتنے دگرگوں ہو گئے ہیں کہ وہاں کے پبلشر یہ بھی نہیں کر سکتے۔ اس ضمن میں ہماری شکایت ان سے ہے جو ادب کے فروغ کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور پھر ان اچھے لکھنے والوں کا استحصال بھی کرتے ہیں جو ان پر انحصار بھی کرتے ہیں، خرچ بھی پورا کرتے ہیں، اور ان سے کوئی مطالبہ بھی نہیں کرتے۔

یہاں ہم نے جان بوجھ کر اشاعتی اداروں، اور معروف مدیروں کے نام نہیں لکھے ہیں، کیونکہ اس میں کئی پردہ نشینوں کے نام آجائیں گے، اور بات پھیلتی چلی جائے گی۔

ہم ایک ادنیٰ سا مشورہ یہ دے سکتے ہیں کہ پاکستانی کاروباری پبلشر بیرون ملک معروف اردو ادیبوں سے رابطہ کریں، کتابیں اور تحریریں منتخب کرنے کی ایسی کمیٹیاں ترتیب دیں، جس میں بیرونِ ملک اور مرکزی دھارے کے بہتر ادیب شامل ہوں۔ پھر آپ چاہے منتخب ادیب ہی کے خرچ پر کتاب چھاپیں، لیکن اس کے پھیلاؤ پر تو کام کریں۔ حق تو یہ ہے کہ اگر آپ کو اچھے ادیب کی اچھی تحریر مل جائے گی تو پھر آپ کو اس کی اشاعت کا نقصان بھی نہیں ہوگا، کیونکہ اچھی تحریر کے اچھے قاری ہمیشہ عمدہ تحریر کے متلاشی ہوتے ہیں۔ ہم یہ بات کسی صورت بھی نہیں مانیں گے کہ بیرونِ ملک عمدہ اردو ادب تخلیق نہیں ہو رہا۔ اس وقت صرف ٹورونٹو میں کم از کم دس بارہ ایسے شاعر ضرور موجود ہیں جو کسی صورت بھی مرکزی دھارے کے شاعروں کی صف میں گنے جا سکتے ہیں۔ یہی صورت نثر لکھنے والوں کی ہے۔ ان کو ڈھونڈنا کچھ ایسا مشکل تو نہیں ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ یہی صورت دیگر ممالک میں بھی ہوگی۔

جہاں تک بیرونِ ملک اچھے لکھنے والوں کا تعلق ہے تو اس ضمن میں ایک خوش خبری یہ ہے کہ ہمارے عزیز ''طاہر اسلم گورا'' اب کینیڈا میں اپنے اشاعتی ادارے کی تجدید کر رہے ہیں۔ اگر ایسا ہو گیا تو بہتوں کا بھلا ہوگا۔ وہ اب سے پہلے اچھی کتابیں اور اچھے ادیبوں کو شایع کرنا کا تجربہ بھی رکھتے ہیں، اور ان کا ذوقِ ادب امکانی طور پر اچھی تحریریں ہی شایع کرنے پر زور دے گا۔

ہم نے بعض معاملات سے ناشرین، قارئین، اور ادیبوں کو ڈھکے چھپے مطلع کر دیا ہے۔ کھل کے بات یوں نہیں کی کہ شاید اس تلخ نوائی کے بعد اس حمام میں اب بہت معروف لوگ اپنی برہنگی کی پردہ پوشی کرتے ہوئے، حالات کو بہتر بنانے کی کوشش کریں۔